جو مذہبی فرقہ واریت کا باعث بنتے ہیں اور مختلف مذاہب کے عوام کے درمیان منافرت پیدا کرتے ہیں۔ اُنہوں نے بائبل مقدّس کے مختلف حوالوں کے ذریعے بتایا کہ مذاہب کی تبلیغ میں ڈائیلاگ اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں اُنہوں نے خاص طور پر مقدّس پولوس رسول کی مثال دی۔ اُنہوں نے تبلیغ کے سلسلے میں یونانیوں سے بات چیت کی۔ پروگرام کے دوران تمام ممبران [شرکاء] نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا کہ کس طرح مسیحی - مسلم مکالمہ معاشرے میں مثبت تبدیلیوں کا باعث بن سکتا ہے۔ آخر میں دعا کی گئی کہ خدا معاشرے میں لوگوں کو شعور دے کہ وہ مکالمے کی اہمیت کو سمجھ سکیں اور اِس سے حقیقی فوائد حاصل کر سکیں۔" (پندرہ روزہ "شاداب"، لاہور - یکم تا ۱۵ جون ۱۹۹۷ء)

"حروف اکیڈمی پاکستان" —— مقاصد اور منصوبے

["حروف اکیڈمی پاکستان" مسیحی برادری کی ایک نئی تنظیم ہے۔ ماہنامہ "مکاشفہ" (فیصل آباد) نے اکیڈمی کے صدر جناب نوید والڑ کا انٹرویو شائع کیا ہے۔ ذیل میں انٹرویو کے منتخب اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں جن سے اکیڈمی کے مقاصد، منصوبوں اور بحیثیتِ مجموعی اکیڈمی کے کارپردازوں کی سوچ واضح ہوتی ہے۔

جناب والڑ نے تحریک پاکستان میں مسیحی برادری کے کردار اور قائد اعظم کے نقطۂ نظر کے بارے میں جو کچھ کہا ہے، یہ نہ صرف مبالغے سے خالی نہیں، بلکہ تاریخی حقائق بھی اِس کا ساتھ نہیں دیتے۔ مدیر]

"ہم یہ چاہتے ہیں کہ ادب اور خصوصاً صحافت میں قومی سطح پر کام کریں، بلکہ اب وقت آگیا ہے کہ ہمارا ایک اپنا قومی اخبار ہو جو ہماری آواز ہو، ہمارے رہنما، دانش ور اور صحافی پتا نہیں، کیوں اس طرف توجہ نہیں دیتے، حالانکہ اس سے ہم سب کو بہت فائدہ ہے۔ ہمارے رسائل و جرائد کی اکثریت کو چرچ کے احاطوں سے باہر کوئی نہیں جانتا۔--- یہ [اپنے قومی اخبار کا اجراء] ہی حروف اکیڈمی پاکستان کے قیام کا مقصد ہے۔"

"جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے کہ حروف اکیڈمی - پاکستان ادب و صحافت اور پڑھائی لکھائی کے لیے کام کرتی ہو گی، اور یہ ہے بھی حقیقت کہ جب ہم چند ہم فکر دوستوں نے ۶ اگست ۱۹۹۶ء کو اس کی بنیاد رکھی تو ہمارا اولیں مقصد یہی تھا، لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ گلیاں لہو سے بھری ہوں، [اور] ہم کمروں میں بیٹھ کر ان پر نظمیں غزلیں لکھتے رہیں۔--- ان تمام لوگوں کے لیے ہمارے دروازے کھلے ہیں جو نظریاتی ہوں، خواتین کے لیے حروف اکیڈمی پاکستان کا پلیٹ فارم حاضر ہے، ہمارا وومن ونگ پہلے دن سے ہی ہمارے ساتھ کام کر رہا ہے۔"

"ہمیں ہمیشہ سے پرنٹ اور خصوصاً الیکٹرانک میڈیا نے نظر انداز کیا ہے۔ ہمارے مقدس تہواروں کو بھلایا ہے، ہماری مذہبی، سیاسی اور سماجی خدمات، تقریبات اور مصروفیات کو فراموش کیا ہے، حالانکہ خصوصاً تعلیم اور میڈیکل کے شعبوں میں مسیحیوں کی جو خدمات ہیں، اُن سے قطعاً آنکھ نہیں چرائی جا سکتی۔"

جناب نوید والڑ نے اپنی زیرِ ترتیب کتاب "قائد کے فرمودات اور اُن کی تکمیل" کے ضمن میں کہا: "قائدِ اعظم پاکستان میں لبرل اور سیکولر سٹیٹ کے حامی تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اُن کی پاکستان بنانے کی وجہ بھی دراصل یہ ہی تھی کہ متحدہ ہندوستان میں مظلوم اور پسے ہوئے انسانوں کو پاکستان کی صورت میں ان کے بنیادی حقوق لوٹائے جائیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اس میں اکثریت مسلمانوں کی تھی، اور وہ خود بھی مسلمان تھے، لیکن قائدِ اعظم کا نظریہ انسانیت تھا، اسلام نہیں۔ اس نظریے کی تصدیق اُنہوں نے پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو ہونے والے اجلاس میں اس طرح فرمائی کہ قرآن پاک کی تلاوت سے احتراز کیا اور اس اجلاس کی صدارت ایک شیڈولڈ کاسٹ ہندو سَر جگندر ناتھ منڈل سے کروائی اور اسے بعد میں وزیرِ قانون بھی بنایا۔ اسی کے ساتھ مذہبی اقلیتوں کے لیے ملازمتوں میں پانچ فیصد کوٹہ بھی مختص کیا۔ یہ اقدامات قائدِ اعظم نے ایسے ہی نہیں کیے، بلکہ اس کی وجہ اقلیتوں اور مسیحیوں کے مکمل تعاون کی تھی۔ ۱۹۴۲ء میں مسیحی لیڈر دیوان بہادر ایس۔ پی۔ سنگھا نے پنجاب کی طرف سے قائدِ اعظم کی حمایت کا اعلان کیا، ان میں خصوصاً لدھیانہ، فیروز پور اور جالندھر کی تحصیلوں کے مسیحی شامل تھے، اس طرح ۱۹۴۶ء میں متحدہ پنجاب قانون ساز اسمبلی میں مسیحیوں کے لیے چار نشستیں مختص تھیں جس کے سپیکر سنگھا صاحب ہی تھے۔ لہٰذا ان چار میں سے تین مسیحیوں نے پاکستان کے حق میں اپنا ووٹ کاسٹ کیا۔ چوتھا ممبر سر رابرٹ ولیم برطانوی انگریز تھا اور اُس نے کاروباری مفادات کے لیے سنگھا صاحب کا ساتھ نہ دیا، لیکن پھر بھی پنجاب اسمبلی ایک ووٹ کی برتری سے پاکستان کے حق میں فیصلہ دینے میں کامیاب ہو گئی۔ اس میں مسیحیوں کا حصّہ واضح ہے۔ قائدِ اعظم کے نظریات کی غلط تشریح اور تشہیر کے ذمہ دار دراصل لیاقت علی خان اور بعد میں آنے والے حکمران ہیں۔ لیاقت علی خان اگر مارچ ۱۹۴۹ء میں مولویوں اور مہاجروں کے دباؤ میں آ کر قرار دادِ مقاصد پاس نہ کرتے جس کی رُو سے پاکستان اسلامی جمہوریہ پاکستان کہلایا تو آج اکثریت یا اقلیت کا تعین جمہوریت سے ہوتا نہ کہ مذہب سے، اور تاریخ ہمیشہ اس بات کی گواہی دیتی رہے گی کہ اس فیصلے کے خلاف اقلیتی اراکین سمیت ایک مسلمان ممبر نے بھی اجلاس سے احتجاجاً واک آؤٹ کیا تھا اور اس کے بعد سب سے زیادہ مارشل لاء ادوار نے جمہوریت کو نقصان پہنچایا۔

گزشتہ پچاس سال پر لکھی گئی کتاب معمار [؟ کذا] ہے کہ قائدِ اعظم کیا چاہتے تھے اور ہو کیا رہا ہے۔ یہ کتاب اس لحاظ سے منفرد ہے کہ یہ قائدِ اعظم کے فرمانوں کے حوالے سے پہلی کتاب ہے جو

انسانی حقوق جن میں اقلیتوں کے حقوق بھی شامل ہیں، کے تناظر میں لکھی جارہی ہے۔ اس میں جج صاحبان، وکلاء، قومی اخبارات کے کالم نگار، شاعر، ادیب، دانش ور، صحافی، مذہبی سکالر اور سیاسی مدبر بھی مضامین کی شکل میں اپنے موقف سے آگاہ کریں گے اور عوامی نقطۂ نظر کے عنوان سے عوام کا بھی ایک حصّہ مختص ہے جس میں اُن کی آراء بیان ہوں گی۔ اس کتاب کو پاکستان کی گولڈن جوبلی کی تقریبات میں پیش کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ "حروف اکیڈمی پاکستان" ان دنوں چند اور کتابوں پر بھی کام کررہی ہے جن میں اقلیتوں کے مسائل اور انسانی حقوق کے حوالے سے لکھی گئی نثر "مظلوم لوگ" اور جدید شاعری پر مبنی مجموعہ کلام "بہت اُداس ہوئے" بھی شامل ہیں۔"

متفرّق

بحیرہ مردار کے طوماروں کا پہلا مکمل انگریزی ترجمہ شائع ہوگیا ہے۔

تقریباً پچاس برس پہلے بحیرہ مردار کے طوماروں کا کچھ حصّہ ملا تھا جن میں تلاش و جستجو سے بتدریج اضافہ ہوتا رہا۔ یہودی اور مسیحی اہلِ علم نے دُنیا کی ان قدیم دستاویزوں میں بھرپور دلچسپی لی۔ اب انگریزی زبان میں اِن کا ایک نیا ترجمہ شائع ہوا ہے۔

یہ ترجمہ [The Dead Sea Scrolls: A New Translation] نوجوان اہلِ تحقیق کا کارنامہ ہے۔ اِن اہلِ تحقیق کا پہلا کام یہ تھا کہ طوماروں کے اُن حصّوں تک رسائی حاصل کریں جنھیں سابق نسل کے بزرگوں نے شائع نہ ہونے دیا۔ موجودہ ترجمے کے مرتّبین نے وادیٔ قمران سے حاصل ہونے والے بہت ہی چھوٹے حصّوں کو چھوڑ کر، جن کا تعلق کتاب مقدّس سے نہیں ہے، تمام طومار یک جا کردیے ہیں۔ ان طوماروں سے اُن لوگوں کے عقائد اور کارکردگی پر روشنی پڑتی ہے جنھوں نے یہ طومار اکٹھے کیے تھے۔ زیادہ تر اہلِ علم کے نزدیک یہ لوگ ایسینی (Essenes) تھے۔

اِس نئے ترجمے میں تقریباً تین سو دستاویزات شامل ہیں۔ جب کہ پہلے ترجمے میں کم و بیش ایک سو دستاویزات شامل ہوسکی تھیں۔ ایک محقّق کے الفاظ میں موجودہ ترجمے سے محقّقین بھی استفادہ کرسکتے ہیں، تاہم عام اہلِ علم کے لیے اِس سے استفادہ آسان ہے۔" اس میں حضرت داوٗد کے بعض ایسے زبور بھی شامل ہیں جن کے بارے میں پہلے کوئی معلومات نہ تھیں۔ اسی طرح کتاب پیدائش کے بادشاہوں کے بارے میں تفصیلات ہیں جو تقریباً دو ہزار سال پرانی ہیں۔ واضح رہے کہ بحیرہ مردار کے طوماروں کے بارے میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے اہلِ علم مزید کام کررہے ہیں۔